عرب جمہوریہ مصر　　　　۹ ربیع آخر ۱۴۴۱ھ

وزارت اوقاف　　　　۶ دسمبر ۲۰۱۹ء

اسباب اختیار کرنا قانون قدرت ہے

اللہ تعالی نے نظامِ کائنات چلانے کے لئے اصول وضوابط اور قوانین مقرر کئے ہیں جس بنا نہ تو کوئی پیچھے والی چیز آگے والی چیز پر سبقت لے جا سکتی ہے اور نہ ہی کوئی آگے والی چیز پیچھے والی چیز سے مؤخر ہو سکتی ہے، ارشاد خداوندی ہے: {لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ} "نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے، اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں"۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: {فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا} "سو آپ اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے، اور آپ اللہ کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے"۔ اور اللہ تعالی نے ان قوانین کو ایک میزان قرار دیا ہے جو نظامِ زندگی کو منظم کرتا ہے اور زمین کی آبادکاری اور حفاظت کا باعث بنتا ہے جو کہ تخلیق کا سب سے اہم مقصد ہے، ارشاد خداوندی ہے: {هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا} "اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے"۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: {وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا} "اور روئے زمین پر، اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ"۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جن قوموں نے قدرت کے قوانین کی حقیقت کو جانا اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا انہوں نے ترقی کر کے دنیا کی قیادت کی، اگرچہ وہ غیر مسلم قومیں ہی کیوں نہ تھیں، بلکہ اگرچہ وہ کسی بھی دین پر ایمان نہیں رکھتی تھیں، کیونکہ یہ قوانین کسی کی طرف داری نہیں کرتے۔

اور قدرت کے قوانین میں سے ایک قانون اسباب اختیار کرنا ہے، اللہ تعالی نے اسباب اور مسببات کو پیدا کیا اور ہمیں اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا، پس جب اسباب پائے جائیں تو نتائج بھی حاصل ہونگے، اور یہ ایک اٹل قانون ہے جو ہر زمان و مکاں میں تمام مخلوق پر نافذ ہوتا ہے، ہر چیز کا ایک سبب ہوتا ہے، آگ جلانے کا سبب ہے، قتل موت کا سبب ہے، بیج کاشت کرنا زراعت کا سبب ہے، کھانا کھانا شکم سیری کا سبب ہے، محنت و کوشش کامیابی کا سبب ہے اور سستی و کاہلی ناکامی کا سبب ہے۔

زمیں پر محنت و کوشش کرنا ایک شرعی اور قومی فریضہ ہے، ارشاد خداوندی ہے: {هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ} "وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو پست و مطیع کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اس کے رزق سے کھاؤ اور اسی کی طرف (تمہیں) جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے"۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: {فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ} "پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پالو"۔ اسلام میں محنت و کوشش اور جِد و جُہد کرنے کا یہی مفہوم ہے، اگر ہم ترقی کی راہ پر گامزن ہونے سے پیچھے رہ جاتے ہیں تو ہمارے پاس ان جھوٹے دعووں کی بنا پر کوئی حجت نہیں ہے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ تہذیب و تمدن میں پیچھے رہ جانے اور سستی و کاہلی پر مبنی دعوے ہیں۔

جو شخص انبیاء کرام اور سلف صالحین کی زندگیوں میں غور و فکر کرتا ہے وہ اس حقیقت کا ادراک کر سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اسباب اختیار کرنے میں محنت و کوشش سے کام لیا، سیدنا نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے، اپنی قوم کو ایک طویل عرصہ تک حق کی دعوت دینے کے بعد اللہ تعالی نے آپ کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا، ارشاد باری ہے: {وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا

إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ} "اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر وہ پانی میں ڈبو دیے جانے والے ہیں"۔ حالانکہ یہ بھی ممکن تھا کہ اللہ تعالی بغیر کسی سبب اور محنت کے اپنی قدرت کے ذریعے آپ کو نجات دلا دیتا، لیکن اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم فرما کر ہمیں تعلیم دی کہ کس طرح اسباب اختیار کئے جاتے ہیں، سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تکمیل کرتے ہوئے کشتی تیار کرنا شروع کی اور اپنی قوم کے مذاق اڑانے کے باوجود کوئی کوتاہی اور سستی کا مظاہرہ نہ کیا، ارشاد باری ہے: {وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلأٌ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ} "وہ کشتی بنانے لگے ان کی قوم کے جو سردار ان کے پاس سے گزرتے وہ ان کا مذاق اڑاتے، وہ کہتے اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن ہنسیں گے جیسے تم ہم پر ہنستے ہو"۔ آپ علیہ السلام نے اپنا کام جاری رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو اور آپ کی قوم میں سے مومنون کو نجات دینے کی صورت میں انعام عطا فرمایا۔

اور سیدنا داود علیہ السلام لوہے کا کام کیا کرتے تھے، یہ پیشہ اللہ تعالی نے آپ کو سکھایا تھا اور اس کے ثمرات اور فوائد آپ کو اور لوگوں کو حاصل ہوتے تھے، ارشاد باری ہے: {وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ * أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ} "اور ہم نے داود پر اپنا فضل کیا، اے پہاڑو! اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم ہے) اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا۔ کہ تم پوری پوری زِرَہیں بناؤ اور جوڑوں میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کرو بیشک میں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں"۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کسی شخص نے اپنے

ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا، اور اللہ کے نبی داود علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانا کھاتے تھے"۔

اور یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بھی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اسباب اختیار کرنا اور پختہ منصوبہ سازی کرنا مہلک قحط سالی اور زبردست خطرے سے نجات کا ذریعہ ہے، اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام نے اسباب اختیار کئے اور پوری دنیا کو اپنے گھیرے میں لینے والی قحط سالی سے اپنے ملک کو بچانے کے لئے ایک سوچی سمجھی اور طویل منصوبہ سازی کی جس بنا پر ان کے ملک کو اقتصادی قوت حاصل ہوئی اور اس قدر خوشحالی کا دور دورہ ہوا کہ دور دراز علاقوں سے لوگ خیرات لینے کے لئے مصر آئے، اللہ تعالی نے اس واقعہ کو قرآن مجید میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: {قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي سُنبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ* ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ* ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ} "یوسف نے جواب دیا کہ تم سات سال تک پے درپے لگاتار حسبِ عادت غلہ بویا کرنا، اور فصل کاٹ کر اسے بالیوں سمیت ہی رہنے دینا سوائے اپنے کھانے کی تھوڑی سی مقدار کے۔ اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا، سوائے اس تھوڑے سے کے جو تم روک رکھتے ہو۔ اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس میں (شیرہ انگور بھی) خوب نچوڑیں گے"۔

اور اسی طرح سیدۃ مریم علیہا السلام جن کے پاس اللہ کی طرف سے اس قدر وافر مقدار میں رزق آتا تھا کہ اللہ کے نبی زکریا علیہ السلام نے تعجب و حیرانگی کا اظہار کیا، اس واقعہ کو قرآن مجید میں ذکر کرتے ہوئے اللہ کریم نے فرمایا: {كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ

اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ} "جب کبھی زکریا (علیہ السلام) ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے، وہ پوچھتے اے مریم! یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ تعالی کے پاس سے ہے، بے شک اللہ تعالی جسے چاہے بے شمار روزی دے"۔ اور قرآن مجید میں دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے مریم علیہا السلام کی کمزوری اور شدت الم کے باوجود ان کو حکم دیا کہ وہ کھجور کے تنے کو ہلائیں تاکہ اس پر تروتازہ کھجوریں گریں، اگر اللہ تعالی بغیر کسی سبب کے کھجوریں گرانا چاہتا تو گرا سکتا تھا، لیکن اس نے ہمیں اسباب اختیار کرنے اور محنت وکوشش کرنے کی تعلیم دی، ارشاد باری ہے: {وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا} "اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، یہ تیرے سامنے تروتازہ پکی کھجوریں گرادے گا"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سفر ہجرت میں اسباب اختیار کرنے کی اعلی ترین مثال قائم کی، اور اپنی امت کو تعلیم دی کہ پختہ منصوبہ سازی اور مضبوط تنظیم سازی کرنا کامیاب ہونے اور آزمائشوں سے نکلنے کے لئے بہت ضروری ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سواریاں تیار کیں، امانت دار ساتھی کا انتخاب فرمایا، سفر ہجرت پر نکلنے کے لئے مناسب وقت اور جگہ کا تعین فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کو ساتھ لے کر ان کے گھر سے رات کے وقت نکلے، آپ نے ایک ماہر راہنما کا انتخاب فرمایا کیونکہ آپ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ کسی کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا اور قابلیت کو مقدم رکھنا ضروری ہے، اگرچہ وہ شخص افکار و نظریات اور عقائد میں آپ کے مخالف ہی کیوں نہ ہو، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب اختیار کرتے ہوئے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشانات مٹانے کے لئے ان کے قدموں کی پیروی کرتے ہوئے چلے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اللہ تعالی آپ کا اور آپ کے ساتھی کا نگہبان ہے، لیکن اس کے باوجود آپ نے اسباب اختیار کئے تاکہ آپ اپنی امت کو تعلیم دیں

کہ ان کائنات میں قانونِ قدرت اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اسباب کو اختیار کیا جائے اور اس کے بعد معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔

برادرانِ اسلام!

اسباب اختیار کرنا اللہ پر توکل کے منافی اور متعارض نہیں ہے، جس شخص نے توکل کی حقیقت کو جان لیا وہ اسباب کو اختیار کرنے میں بقدرِ استطاعت کوشش کرے گا، اللہ کی ذات پر حقیقی توکل کرنے والا اسباب اختیار کرتا ہے، اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کرتا ہے اور پھر سارا معاملہ اللہ کی ذات کے سپرد کر دیتا ہے، ارشاد باری ہے: {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} "ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"۔ اللہ پر توکل کی عملی تطبیق کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "اگر تم اللہ تعالی پر اس طرح توکل کرو جس طرح اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے، جو صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس لوٹتے ہیں"، پرندے کوئی کھانا پینا اپنے پاس ذخیرہ نہیں کرتے، لیکن وہ رزق کی تلاش میں محنت و کوشش میں سستی و کوتاہی بھی نہیں کرتے، وہ صبح سویرے رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں اور شام کو اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ اللہ تعالی نے انہیں اس قدر رزق دیا ہوتا ہے جو ان کے آنے جانے کے لئے کافی ہوتا ہے، رزق کی تلاش میں نکلنا ایک انسانی فطرت ہے جو نظامِ کائنات سے بالکل مماثلت رکھتی ہے، اور اگر پرندوں کے پاس اتنا رزق بھی ہوتا جو ان کو عمر بھر کافی ہوتا تو وہ پھر بھی سستی وکاہلی کا شکار نہ ہوتے، بلکہ ہر صبح اپنے رزق کی تلاش میں نکلتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو تمام معاملات میں اسباب اختیار کرنے کے حقیقی مفہوم کی تعلیم دیتے تھے اور بغیر کسی نفع کے نقصان کا باعث بننے والے مصنوعی توکل سے منع کرتے تھے، اور اگر ہم یہ بات کہیں تو

مبالغہ آرائی نہیں ہو گی کہ ہم تعمیر وترقی کے اسباب اختیار نہ کر کے گناہ کر رہے ہیں اور اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر ظلم کر رہے ہیں، ہمارا دین علم، تعمیر وترقی، تہذیب و تمدن، خوبصوتی اور تمام لوگوں کے نفع کا دین ہے، ایک آدمی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول، میں اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں یا اس کو باندھ کر توکل کرو؟، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو رسی سے باندھ اور توکل کر"، اونٹنی کو باندھنا اسے اپنے پاس باقی رکھنے کے لئے اسباب اختیار کرنا ہے اور اس کو کھلا چھوڑ دینا اس کے چوری ہونے یا ضائع ہونے کا باعث ہے۔

اے اللہ! ہمیں ہر اس کام کی توفیق عطا فرما جس میں ہمارے دین کا نفع ہے اور ہمارے عوام، ملک اور عالم اسلام کے تمام ممالک کی حفاظت فرما۔ آمین